ڈاکٹر محمد امین*

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور تزکیہ نفس

(آخری قسط)

روح (۳۰)

شاہ صاحب کے نزدیک روح کے دو تصور ہیں یا یوں کہیے کہ روح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ روح جو بدنی اخلاط سے پیدا ہوتی ہے اور مبداء حیات ہے اسے وہ نسمہ یا روح ہوائی (روحِ حیوانی) کہتے ہیں۔ دوسرے وہ غیر مادی لطیفہ جسے وہ نفس ناطقہ یا روح انسانی یا روح ملکوتی کہتے ہیں۔

نسمہ

سرسری نظر میں روح کی حقیقت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ حیوانات کیلئے وہ ان کی زندگی کا سرچشمہ ہے جب تک کسی حیوان کے اندر روح ہے وہ چلتا پھرتا ہے اور اس سے اختیاری حرکات صادر ہوتی ہیں۔ جب روح اس سے رخصت ہو جاتی ہے تو اسکے تمام حواس اور قویٰ معطل ہو جاتے ہیں اور وہ مردہ کہلاتا ہے۔ در حقیقت جسم میں ایک لطیف بخار ہوتا ہے جو قلب کے اندر خلاصہ اخلاط سے پیدا ہوتا ہے۔ قوائے حس و حرکت اور قوائے تغذیہ و تنمیہ کا وجود اور انکے عمل کا قائم رہنا اس لطیف بخار کے وجود سے وابستہ ہے۔ اسے نسمہ کہتے ہیں۔ یہ وہ روح ہے جس میں طبیب تصرف کر سکتے ہیں کیونکہ یہ بخار لطیف ایک مادی چیز ہے۔ تجربات نے اس چیز کی تصدیق کی ہے کہ اگر کسی مرض یا دوا کے کھانے سے اس بخار کی کیفیت میں فرق آجائے تو اعضاء کے افعال و قویٰ میں بھی اسی نسبت سے تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ روح سارے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے جیسے پھول میں خوشبو یا دہکتے ہوئے کوئلے میں آگ و حرارت۔

روح انسانی

یہ ایک غیر مادی لطیف شے ہے جو نسمہ سے تعلق پیدا کر لیتی ہے۔ بلکہ نسمہ کی حیثیت اس کیلئے سواری کی ہے۔ شاہ صاحب اس امر کے ثبوت کیلئے کہ روحِ حقیقی، بدن اور نسمہ دونوں سے الگ شے ہے یہ دلیل دیتے

* سینئر ایڈیٹر اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ہیں کہ وقت کے ساتھ بدن بھی بدل جاتا ہے اور نسمہ بھی۔ بچپن سے بڑھاپے تک انسان کے جسم اور شکل میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں (خلیات بدل جاتے ہیں) انسان کی صفات بھی بدل جاتی ہیں مثلاً پہلا جاہل تھا اب عالم ہو گیا لیکن بدن و اوصاف کی ان تبدیلیوں کے باوجود زید ۷ سال کی عمر میں زید ہوتا اور ۷۰ سال کی عمر میں بھی زید ہی ہوتا ہے۔ جو چیز ان تغیرات کے باوجود زید کو زید ہی رکھتی ہے وہ روح حقیقی ہے جو ایک غیر مادی شے ہے (جسے آج کی اصطلاح میں شخصیت بھی کہا جا سکتا ہے) بدن ، نسمہ اور روح حقیقی میں تعلق یہ ہے کہ بدن نسمہ کی سواری ہے اور نسمہ روح کی یعنی نسمہ بدن میں تصرف کرتا ہے اور روح نسمہ میں۔ بدن خالصتاً مادی شے ہے اور روح خالصتاً غیر مادی اور نسمہ ان دونوں کے بین بین ہے۔ بدن فنا ہو جاتا ہے لیکن نسمہ اور روح فنا نہیں ہوتے۔ نسمہ چونکہ انسانی افعال کا نمائندہ اور مظہر ہوتا ہے اس لئے جزاء و سزا اسی پر وارد ہوتے ہیں۔

خیر و شر (ملکیت و بہیمیت) کے لحاظ سے انسانی شخصیت کی اقسام (۳۱)

یہ ایک بڑی دلچسپ اور دقیق بحث ہے جو شاہ صاحب کے ہاں پائی جاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ انسانی اعمال کا منبع نسمہ ہے۔ جو ایک طرف مادہ (بدن) سے وابستہ ہے اور دوسری طرف غیر مادی (روح ملکوتی) سے۔ بدن کی احتیاجات مادی اور جسمانی ہیں اور وہ وہی ہیں جو دیگر حیوانات کی ہیں جن میں عقل کی بجائے نفس اور قلب کا غلبہ ہوتا ہے یعنی بنیادی جبلتوں (جیسے بھوک اور جنس اور جذبات کا مثلاً غصہ اور محبت وغیرہ) دوسری طرف روح حقیقی ہے جو امر ربی ہے اسکے تقاضے جسمانی کی بجائے علوی اور ملکی ہیں۔ جن میں نفس اور قلب کی بجائے عقل کا غلبہ ہوتا ہے۔ نسمہ میں اول الذکر رحجان کو وہ بہیمیت (حیوانوں کی خصوصیات) اور دوسری کو ملکیت (فرشتوں جیسی خصوصیات) کہتے ہیں (عام زبان میں ہم خیر و شر کہہ سکتے ہیں۔) بہیمیت اور ملکیت یا دوسرے لفظوں میں خیر و شر کی کیفیت (شدت میں کمی بیشی) اور کمیت (مقدار کے لحاظ سے کمی بیشی) کے لحاظ سے شاہ صاحب نے انسانوں کی آٹھ اقسام کی ہیں۔ پھر اس کمی بیشی سے انکے اعمال و اخلاق میں جو تفاوت ہوتا ہے اسے ظاہر کیا ہے۔ آیئے اس بحث کو ذرا تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کریں۔

قوت ملکیہ اور قوت بہیمیہ

انسان میں دو طرح کی قوتیں یا استعدادیں موجود ہیں ایک قوت ملکیہ اور دوسری بہیمیہ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان میں موجود نسمہ روح ہوائی سے عبارت ہے یہ روح ہوائی (Pseudo Soul) جسم میں طبعی عناصر کے عمل اور رد عمل سے پیدا ہوتی ہے ان سے بالاتر نفس ناطقہ جب نسمہ پر تصرف کر رہا ہوتا ہے تو یہ دو رحجان رکھتا ہے۔ ایک رحجان انسان کو بھوک، پیاس، شہوت، غضب، حسد، خوشی کے جبلی تقاضوں کی طرف مائل کر دیتا ہے کہ انسان، انسان نہیں رہتا بلکہ حیوان بن جاتا ہے۔ نفس ناطقہ کا دوسرا رحجان انسان کو فرشتوں کی

صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔ اس حالت میں وہ حیوانی تقاضوں سے رہائی حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مادی کائنات سے ماوراء عالم تجرد سے اس پر انکشافات و سرور کا نزول ہوتا ہے۔ اس مقام پر الہامات کا فیضان ہوتا ہے۔ اگر یہ الہامات حقائق قدرت کے انکشافات سے متعلق ہوں تو ان سے دنیا میں علوم طبعیہ کی بنا پڑتی ہے۔ اگر یہ الہام کسی نئے نظام کو شروع کرنے اور اس کو رواج دینے سے متعلق ہوں تو وہ شخص جسے یہ الہامات ہوتے ہیں ان کاموں کو اسی طرح کرتا ہے گویا کہ وہ ان کیلئے اوپر سے مامور ہے اور خود اس کو ان کاموں کی خواہش نہیں۔

نفس ناطقہ کے نسمہ پر تصرف سے دو رحجان پیدا ہوتے ہیں۔ علوی اور سفلی، جب انسان پر سفلی رحجانات کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ سر تاپا حیوانیت اور بہیمیت کا پیکر بن جاتا ہے اور اس میں علویت اور ملکیت کا اثر باقی نہیں رہتا۔ علوی رحجان کے غلبہ پانے کی صورت میں انسان بالکل فرشتہ بن جاتا ہے اور اس میں بہیمیت سرے سے غائب ہو جاتی ہے انسان کی یہی طبعی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اسے چند باتوں کے کرنے اور چند باتوں کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسے اس معاملے میں چوپایوں اور فرشتوں کی طرح آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ چوپائیوں میں اگر بہیمیت ہے تو سراسر بہیمیت ہی بہیمیت ہے اور وہ طبعی طور پر اس خاص بہیمیت کے تقاضے پورے کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی طرح فرشتے ملکیت ہی ملکیت ہیں اور ان میں بہیمیت کا شائبہ تک نہیں۔ لیکن ان دونوں کے برعکس انسان کا معاملہ ہے کہ وہ بیک وقت فرشتہ بھی ہے اور حیوان بھی۔ اس میں ملکیت کے رحجانات بھی ہیں اور حیوانات کے تقاضے بھی۔

قوت ملکہ اور بہیمیہ میں کمی بیشی

ملکیت اور بہیمیت کی دونوں قوتیں تمام انسانوں میں پائی جاتی ہیں لیکن کسی انسان میں بہیمیت کی قوت زیادہ ہوتی ہے اور ملکیت نصبتاً کم اور کسی میں اس کے برعکس بہیمیت کم پائی جاتی ہے اور ملکیت نصبتاً زیادہ۔ پھر قوت ملکیت کے بے شمار مدارج ہیں اس طرح بہیمیت کے لاتعداد درجات ہیں۔ بہیمیت اور ملکیت کا کہیں زیادہ اور کہیں کم پایا جانا اور کسی فرد میں ان کا ایک درجے میں اور کسی میں دوسرے درجے میں موجود ہونا یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے ایک انسان میں ایک استعداد ہوتی ہے اور دوسرے میں بالکل دوسری۔ چنانچہ اسی طرح بنی نوع انسان میں الگ الگ استعدادیں پیدا ہوتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ملائکہ کی دو قسمیں ہیں۔ ملاء اعلیٰ کے ملائکہ اور ملاء اسفل کے ملائکہ اول الذکر اسماء الٰہی کے علوم میں رنگے ہوتے ہیں یہ ملائکہ نظام الٰہی، اصول و کلیات اور اس کی حکمت کا علم رکھتے ہیں۔ ملاء اسفل کے ملائکہ کا کام یہ ہے کہ جو احکام ان پر اوپر سے وارد ہوں انہیں بجالائیں۔ اور الہام و احاطہ کے ذریعے دنیا کے معاملات میں تصرف کریں۔ ان ملائکہ کو احکام کی اصل

مصلحت کا علم نہیں ہوتا ان میں ہر فرشتہ صرف اسی واقعہ کا ادراک کر سکتا ہے جو اس کی فطرت سے مناسبت رکھتا ہو۔

ملائکہ کی طرح بہائم کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کی قوت بہیمیت شدید ہوتی ہے دوسرے وہ جن کی بہیمیت ضعیف ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک نر کو لیجئے وہ صحیح مزاج لے کر پیدا ہوا، پھر اسے مناسب غذا ملتی رہی اسے کوئی ایسا عارضہ بھی لاحق نہ ہوا جس سے اس کے قویٰ میں خلل آتا۔ یہ نر جب اپنی بلوغت کو پہنچے گا تو ظاہر ہے کہ وہ عظیم الجثہ، بلند آواز اور قوی تر ہوگا۔ اپنے عزم و ارادہ میں بڑا باہمت اور غصے میں بڑا سخت ہوگا اسے کبھی یہ گوارا نہ ہوگا کہ کوئی دوسرا اس پر غالب آجائے۔ لیکن اگر یہ نر پیدائشی طور پر کمزور اور ناتواں ہو، اسے بعد میں مناسب تربیت بھی نہ ملے اور انہی حالات میں جوان ہو تو لازمی طور پر یہ نر اپنی جسمانی بناوٹ میں نیز اپنی عادات و اخلاق میں پہلے نر سے بالکل مختلف ہوگا۔

اس مثال سے صاف ظاہر ہے کہ قوت بہیمیہ جب اپنے عروج کو پہنچتی ہے تو اسکے دو مظہر ہوتے ہیں ایک مظہر تو شدت عزم ہے دوسرا مظہر خلق یعنی شکل و بناوٹ اور خلق یعنی عادات و اخلاق میں اس کا کامل ہونا بہیمیت کے پہلے مظہر کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بہیمیت روح کے چہرے کیلئے اس طرح کا حجاب بن جاتی ہے کہ روح اس کے اندر چھپ جاتی ہے لیکن وہ بہیمیت میں یکسر فنا نہیں ہوتی۔ جب بہیمت کا غلبہ کم ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے شدت عزم میں تبدیلی آجاتی ہے تو روح کو بھی بقا نصیب ہوتی ہے۔ بہیمت کے دوسرے مظہر کا اثر یہ ہے کہ بہیمت اخلاق و عادات کی تکمیل میں صرف ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ سے نفس بغیر کسی شدت اور تندی کے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولاً بہیمت کی دو قسمیں ہوئیں ایک شدید اور دوسرے ضعیف۔ جب بہیمت کمال پر ہوتی ہے تو اس سے دو اثرات مرتب ہوتے ہیں ایک عزم و ارادہ میں پختگی اور دوسرا جسمانی بناوٹ اور اخلاق و عادات کی تکمیل۔

انسانی شخصیت پر اس کمی بیشی کے اثرات (۳۲)

ملکی اور بہیمی قوت شدید یا ضعیف ہونے کے انسان پر شدید اثرات پڑتے ہیں۔ جس شخص میں قوت بہیمی بہت شدید ہو اسے سخت ریاضتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ شدید بہیمت والا سے جو بھی آثار و اعمال ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اندر بڑی قوت رکھتے ہیں۔ اس شخص کی قوت ارتکاز انتہائی طور پر مؤثر ہوتی ہے۔ جس شخص کی قوت بہیمی ضعیف ہو اسے سخت ریاضتوں کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ریاضتیں اس کیلئے باعث تشویش بنتی ہیں۔ اس شخص کو کثرت سے اور بہت عرصے تک ذکر کرنا چاہیے اس پر کمال کا دروازہ اسی طرح ہی کھل سکتا ہے۔ ضعیف بہیمیت والے سے جو کرامات ظاہر ہوتی ہیں وہ اتنی کم اہمیت رکھتی ہیں کہ ان کا ہونا اور نہ ہونا

برابر ہے اور قوت ارتکاز عارضی اور معمولی نوعیت کی ہوتی ہے۔

جس شخص کی ملکی قوت شدید ہو وہ بڑے بڑے کمالات مثلاً نبوت، فناوبقااور اسی طرح کے دوسرے بلند مرتبہ احوال و مقامات کا اہل ہوتا ہے۔اس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مادی کائنات سے ماورا عالم تجرد کے حالات کی خبر دیتا ہے۔ جس شخص میں ملکی قوت ضعیف ہو اس کی تمام تر کوششوں کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں کی باتیں معلوم کرسکتا ہے وہ اپنے سامنے ملکی انوار کو درخشاں دیکھتا ہے۔

قوت ملکیہ اور بہیمیہ میں توافق وعدم توافق

اس وضاحت کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر انسان میں ملکیت اور بہیمیت کی دو قوتیں موجود ہیں یہ دونوں قوتیں جب ایک فرد میں جمع ہوتی ہیں تو لازمی طور پر اس سے دو صورتیں پیدا ہوں گی۔ ایک صورت یہ کہ ملکیت اور بہیمیت میں باہمی نزاع کی کیفیت رہے گی۔اس کیفیت کو "تجاذب" کہتے ہیں۔دوسری صورت یہ ہے کہ ملکیت اور بہیمیت میں باہمی طور پر ہم آہنگی اور عدم نزاع کی کیفیت ہو۔اس حالت کو "اصطلاح" کہا جاتا ہے۔ تجاذب کے معنی یہ ہیں کہ بہیمی قوت اپنے مخصوص تقاضوں کا اظہار کرے، ملکیت اپنے فطری رجانات کی طرف مائل ہو اور دونوں امتزاج اور ہم آہنگی سے عاری ہوں۔ تجاذب کی حالت میں اگر قوت بہیمیہ کا غلبہ ہوتا ہے توانسان دنیاوی لذات میں منہمک ہونا چاہتا ہے۔ اس صورت میں اسکا ملکیت کی طرف مطلقاً کوئی میلان نہیں ہوتا۔اس کے برعکس اگر تجاذب کی حالت میں ملکیت غالب ہو توانسان بہیمیت کے تمام رجانات و اعمال سے یکسر کنارہ کش ہو کر عالم جبروت کے رنگ میں رنگا جانا چاہتا ہے۔

"اصطلاح" سے مراد یہ ہے کہ قوت ملکیہ اپنے طبعی تقاضوں اور اس قوت کے درجہ کمال سے قدرے نیچے اترے۔ قوت بہیمیہ اپنی سفلی اور نامناسب خواہشات کو دبا کر ملکیت کی طرف ترقی کرے۔ یہ دونوں ایسے مقام پر باہم ملیں جس سے بہیمیت کو بھی مناسبت ہو اور جس کا ملکیت سے بھی تعلق ہو۔ اس ضمن میں بدنی عبادتیں، دعاومناجات، عفت نفس، سخاوت، صحبت متدبین المشخص تعلقات،دوسروں کے حقوق پورے کرنا، سچے خواب دیکھنا، فہم واستدلال اور اسطرح کے دوسرے اعمال واحوال مفید ہوتے ہیں۔

انسانی شخصیت پر اس توافق وعدم توافق کے اثرات

جو فرد اہل اصطلاح میں سے ہوگا اس کی طبیعت کا عام انداز یہ ہے کہ اعضاء وجوارح کے اعمال اور دل دماغ کے احوال میں بے حد مودب ہوتا ہے۔وہ اپنے اندر حق شناسی کا جوہر رکھتا ہے نیز وہ دین اور دنیا دونوں کے معاملات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور عام طور پر ایسے لوگوں میں قلق واضطراب کی کیفیت نہیں ہوتی۔ دنیا میں شریعت اور احکام خداوندی کے سب سے زیادہ مطیع اہل اصطلاح ہوتے ہیں۔ ان میں سے جن

لوگوں میں ملکی قوت شدید ہوتی ہے وہ خدا کی مقرر کردہ حدود اور اس کی حکمتوں کو جاننے والے ہوتے ہیں۔ لیکن اہل اصطلاح میں جن کی ملکی قوت ضعیف ہو وہ محض ظاہری اعمال کو بجالانے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں بالواسطہ وہ شرعی احکام کی روح سے بھی لذت یاب ہوتے ہیں۔

اہل اصطلاح میں سے لوگ جن کی ملکی قوت شدید ہو وہ انبیاء کرام کے علوم حاصل کرنے کی استعداد رکھتے ہیں مثلاً ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔ عبادات کے اسرار، سیاست کے رموز، گھر بار اور شہروں کے نظم و نسق کے اصولوں اور اخلاق و آداب کے اساسی مقاصد سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ حیات بعد الموت کا علم بھی رکھتے ہیں لیکن اگر ان کی ملکی قوت شدید نہ ہو تو خواہ وہ کتنی ریاضتیں کریں ان کو کرامات اور خوارق میں سے کوئی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی، مگر اس میں شک نہیں کہ عبادات کے ضمن میں انہیں دعا و مناجات کی لذت ضرور محسوس ہوتی ہے۔ اس طبیعت کے لوگ احکام شریعت کے پابند ہوتے ہیں اور ان احکام کو بجالانے سے انہیں اطمینان اور مسرت حاصل ہوتی ہے۔

اہل تجاذب اگر بہیمیت کے بندھنوں کو توڑنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کیساتھ انکی ملکی قوت بھی شدید ہو توانکی ذات خدا کے اسماء و صفات اور فناوبقاء کے مقامات کی معرفت حاصل کرتی ہے۔ لیکن اگر ان میں ملکی قوت ضعیف ہو تو وہ شریعت میں سوائے ریاضتوں اور وظائف کے جن کا مقصود محض طبیعت کے بہیمی زور کو توڑنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں جانتے۔ اس قسم کے افراد کے لئے انتہادرجے کی مسرت یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے دلوں کی باتیں معلوم کرلیتے ہیں۔ قبولیت دعا۔ ارتکاز نفسی اور اسی طرح کے دوسرے کمالات بھی ان کو حاصل ہوتے ہیں۔

جو شخص اہل تجاذب میں سے ہوتا ہے اسے معاملات دنیا سے کنارکشی کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اسکی اہم خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ مادی دنیا سے تجرد اختیار کرے۔ ایسے فرد کی طبیعت کا قدرتی میلان اس عالم چہار سو سے الگ ہونے اور اس سے نجات پانے کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص ایسے پرندے کی مانند ہے جسے قفس میں بند کردیا گیا ہو۔ اہل تجاذب میں جس کی قوت بہیمی ضعیف ہو اگر وہ کسی چیز کی طرف میلان رکھتا ہے تو یہ میلان بھی شدت سے عاری ہوتا ہے۔ جس کی قوت بہیمی شدید ہوتی ہے اس کی طبیعت میں بے چینی اور اضطراب غالب ہوتا ہے۔ اہل تجاذب میں سے اگر کسی شخص میں بہیمی قوت انتہائی شدید ہو تو وہ اعلیٰ امور پر اپنی نگاہ رکھتا ہے۔

مختصر یہ کہ دنیا میں بہترین لوگ وہ ہیں جن میں ملکی قوت شدید ہوتی ہے اب اگر یہ شدید ملکی قوت والے اہل اصطلاح میں سے ہوں تو یہ قوموں کی قیادت اور امامت کے اہل ہوتے ہیں۔ اگر یہ اہل تجاذب میں سے ہو نگے تو علم الٰہیات کی شرح و ترجمانی میں بڑی فصاحت کے حامل ہونگے۔ وہ لوگ جن کی بہیمی قوت شدید ہوتی ہے

وہ لوگوں کے رہنما بنتے ہیں اور لوگ بھی ان کے معتقد ہوتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی قوت بہیمیت ضعیف ہوتی ہے وہ گمنام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شدید ملکی قوت والے انسان بہت کم پیدا ہوتے ہیں البتہ جن کی ملکی قوت ضعیف ہوتی ہے وہ دینا میں بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح شدید بہیمت والے افراد بھی بہت کم تعداد میں ہوتے ہیں اور جن کی بہیمی قوت ضعیف ہوتی ہے وہ بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔

وہ لوگ جو شدید ملکی اور بہیمی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں انکی مثال اس آئینے کی سی ہے جو سخت تو ہوتا ہے لیکن انعکاسی صفت کا حامل ہوتا ہے۔ جنکی ملکی قوت مضبوط اور بہیمی قوت ضعیف ہوتی ہے انکی مثال روئی کے اس گالے کی سی ہوتی ہے جسکو پانی میں بھگویا گیا ہو اور جس سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں۔

باقی وہ لوگ ہیں جن میں ملکی قوت ضعیف اور بہیمی قوت شدید ہوتی ہے ان کی مثال اس آئینے کی سی ہے جو اندرونی طور پر زنگ آلود ہے اگر اسے صیقل کیا جائے تو تھوڑا تھوڑا چمکتا ہے لیکن کسی طرح بھی صورت کو منعکس کرنے کے قابل نہیں ہوتا، لیکن اگر ان میں بہیمی قوت بھی کمزور ہے تو ان کی مثال اس بچے کی سی ہوگی جو بہترین تعلیم کے باوجود کسی چیز کو یاد کرنے اور اس کا احاطہ کرنے کے قابل نہیں۔ چنانچہ ایسے بچے کو اشیاء اور ان کی صورتوں کو اپنی قوت متخلیہ میں جاگزیں کرنے کے لئے ایک مدت درکار ہوتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کی ملکی قوت ضعیف ہوتی ہے وہ عالم تجرد کی کسی شکل وصورت کو دیکھنے کے قابل نہیں ہوتے۔

انسانی شخصیت کی اقسام

مندرجہ بالا بحث سے واضح ہے کہ ہر انسان میں قوت ملکیہ اور بہیمیہ کے ہونے اور بتفاوت شدید یا ضعیف ہونے اور پھر ان میں باہم توافق ہونے یا نہ ہونے کے سبب کئی طرح کی انسانی شخصیات ہو سکتی ہیں۔ تاہم ان کی آٹھ حتمی اقسام کی بنیاد پر تو کئی فیصلے کئے جاسکتے ہیں:

توافق (اصطلاح کی حالت)	عمومی رویے
ا۔ ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں شدید	یہ لوگ اعلیٰ درجے کے خدا پرست، بہادر اور شجاع ہوتے ہیں
۲۔ ملکی قوت شدید، بہیمی قوت ضعیف	یہ بھی اعلیٰ درجے کے خدا پرست ہوتے ہیں۔ لیکن بہادری اور شجاعت کے کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے۔ البتہ علم اور تزکیے میں کامل ہوتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی علم اور تزکیہ سے نوازتے ہیں۔
۳۔ ملکی قوت ضعیف، بہیمی قوت شدید	یہ درمیانے درجے کے خدا پرست ہوتے ہیں۔ لیکن بہادر اور

	شجاع ہوتے ہیں۔ انکی اکثریت مجاہدین اور نمازیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔
۴۔ ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں ضعیف	ایسے لوگ فرائض دیجیہ تو ادا کرتے ہیں لیکن بہادری اور شجاعت کے کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے۔
عدم توافق (تجاذب) کی حالت	**عمومی رویے**
۵۔ ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں شدید	ایسا شخص حساس طبیعت رکھتا ہے۔ اس پر اللہ کی محبت غالب ہوتی ہے اور کسی اچانک واقع سے اس کا دل دنیا سے اچاٹ ہو جاتا ہے جسے لوگ خارقِ عادت سمجھتے ہیں۔
۶۔ ملکی قوت شدید، بہیمی قوت ضعیف	ایسا شخص سلیم الفطرت ہوتا ہے گویا کہ مادر زاد ولی ہو۔ اس پر اچانک تبدیلی نہیں آتی بلکہ وہ بتدریج کمال کی طرف بڑھتا ہے۔
۷۔ ملکی قوت ضعیف، بہیمی قوت شدید	ایسا شخص غیرت و حمیت اور دوسرے معاملات میں غیر معمولی جرات کا مظاہرہ کرتا ہے۔
۸۔ ملکی اور بہیمی قوتیں دونوں ضعیف	ایسا شخص اگر اپنی استعداد کے مطابق کمال حاصل کرلے تو ترک دنیا پر مائل ہوگا۔ لیکن حالات اور ماحول سازگار نہ ہونے کی صورت میں کمزوری اور ناتوانی کی بنا پر چیزوں سے دست بردار ہو جائے۔

شاہ صاحب نے تجاذب اور اصطلاح کی بنیاد پر یہ جو شخصیت کی آٹھ اقسام بیان کی ہیں انکے بے شمار فائدے ہیں:

۱۔ شاہ صاحب نے شخصیت کی ان اقسام کے بعد انکے رویوں اور سلوک کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اسمیں زیادہ تر انکے پیش نظر دینی زندگی خصوصاً مرشد و مسترشد کے احوال ہیں۔ تاہم اسی سوچ کو اگر آگے بڑھایا جائے تو ان خصائص کا اطلاق دنیوی زندگی کے عمومی رویوں پر بھی کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بعض دینی رہنما اور صوفیاء کیوں مشہور ہوتے ہیں۔ اور ان سے لوگوں کو بہت فیض پہنچتا ہے اور اس کے برعکس بعض گمنام کیوں ہوتے ہیں۔

۳۔ اگر یہ تفصیلات ذہن میں ہوں تو ایک ذہین آدمی خود اپنی شخصیت کے ٹائپ کو سمجھ سکتا ہے اور اس کی بنیاد پر اپنے رویے، طرز عمل اور استعدادوں کا نہ صرف صحیح تجزیہ کر سکتا ہے بلکہ اس بنیاد پر اپنی اصلاح بھی کر سکتا ہے۔ اپنے لئے موزوں مرشد بھی ڈھونڈ سکتا ہے اور مستقبل کیلئے موزوں لائحہ عمل بھی تجویز کر سکتا ہے۔

۴۔ اگر کوئی صوفی ر مرشد ر ماہر نفس شخصیات کی ان اقسام کو سمجھ لے تو اسے اپنے مسترشدین، موکلین کی

رہنمائی کرنے میں انتہائی سہولت ہو جائے گی۔ وہ سب کو ایک لاٹھی سے نہیں ہانکے گا بلکہ ہر شخص کی استعدادات کو سمجھ کر انفرادی انداز میں ان کی رہنمائی کریگا۔ کیونکہ اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ہر آدمی منفرد صلاحتیں اور شخصیت رکھتا ہے اور یہ کہ اصلاح کے عمل کو بالکل Generalize نہیں کیا جاسکتا۔

۵۔ اسکی بنیاد پر بڑی حد تک کسی شخص کے متوقع رد عمل کی پیشن گوئی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ کسی کے کردار اور رویے کو دیکھ کر اگر یہ طے کر لیا جائے کہ وہ اہل تجاذب میں سے ہے یا اہل اصطلاح میں سے اور اس میں ملکیت اور بہیمیت شدید ہے یا ضعیف تو پھر مخصوص حالات میں اسکے رد عمل کا اندازہ کرنا مشکل نہیں رہتا۔

انسانی اعمال کی اساس۔ خیالات (۳۴)

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ انسانی اعمال کی بنیاد اور ان کے وجود میں آنے کا حقیقی محرک اس کے خیالات ہوتے ہیں جنہیں وہ خواطر کہتے ہیں۔ یہ خواطر کیونکر پیدا ہوتے ہیں ؟ اس بارے میں شاہ صاحب نے پانچ اسباب کا ذکر کیا ہے۔

اولاً : انسانی جبلت اور فطرت جو جیسی بھی اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اور جس میں کوئی بنیادی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ دوم : انسان کا مزاج طبعی جس میں ماحول کی وجہ سے تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔ نوجوانوں اور بوڑھوں کے اخلاق میں، گوشت خور اور سبزی خور قوموں کے رویوں میں اور سرد اور گرم ملکوں کے لوگوں کی عادات میں فرق ہوتا ہے۔ وہ اس کا ایک پر تو ہے۔ سوم : عادات و مالوفات یعنی جو عمل کوئی شخص کثرت کے ساتھ باربار کرتا ہے تو اس سے اسکے اندر ایک ملکہ راسخہ پیدا ہوتا ہے۔ جو اس عمل کے مناسب حال ہوتا ہے چنانچہ اسکے خیالات اور خواطر کا بھی ادھر ہی میلان رہتا ہے۔ چہارم : القاء رحمانی یعنی نفس ناطقہ جب بہیمت سے آزاد ہوتا ہے تو وہ اپنی استعداد کے مطابق ملاء اعلیٰ سے کوئی ہیئت نورانیہ اخذ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جس سے کسی علم کے کرنے کا عزم مصمم اس سے ظہور میں آتا ہے۔ پنجم : القاء شیطانی یعنی بعض نفوس شیاطین کا اثر قبول کر لیتے ہیں اور انکے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ ان آخری دو نکات کو آج کی زبان میں یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ملائکہ جو خیر و نیکی اور اللہ کی اطاعت کا مظہر ہیں اور شیاطین جو شر و بدی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مظہر ہیں گویا ان دونوں فریقوں کے پاس اپنا اپنا براڈکاسٹنگ سٹیشن ہے جس سے اول الذکر نیکی کی اور ثانی الذکر بدی کی لہریں جاری کر رہا ہے۔ اب جو نفوس ملکی رجحان رکھتے ہیں وہ نیکی کی لہروں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ اور جو نفوس بدی اور شر کا رجحان رکھتے ہیں وہ بدی کی لہروں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔ پھر جس طرح کے خیالات ہوتے ہیں اسی طرح کے ارادے بنتے ہیں اور جس طرح کے ارادے ہوتے ہیں اسی طرح کے اعمال وجود میں آتے ہیں۔

تکرار اعمال کے اثرات (۳۵)

''انسان جب ایک کام کو بار بار کرتا ہے تو وہ نفس کی عادت بن جاتی ہے پھر وہ اسے آسانی سے کر سکتا ہے اب اسے ان کاموں کے کرنے میں کسی سوچ بچار اور محنت اور تکلف کی ضرورت نہیں رہتی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کا نفس ان کاموں کا اثر لے لیتا ہے اور ان کا رنگ قبول کر لیتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان بہت سے کاموں کے مجموعے سے جو اثر لیتا ہے اس (اثر) میں ان میں سے ایک ایک جنس کے ایک ایک کام کا اثر موجود ہوتا ہے چاہے ایک حرکت کا اثر کتنا بھی باریک یا ہلکا کیوں نہ ہو اور ظاہر میں نظر نہ آتا ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب ایک دفعہ ایک کام کر رہا ہے تو اسکے ذہن میں اس کام کے نتیجے کے طور پر ایک نقطہ سا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ نقطہ بہت ہی باریک ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا لیکن جب انسان وہی کام بار بار کرتا ہے تو نقطہ اتنا گہرا ہو جاتا ہے کہ آگے چل کر انسان کے لئے اس کام کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ زمین پر بیل گاڑی کے گزرنے سے ایک نشان پڑ جاتا ہے جب گاڑی بار بار اس راہ سے گزرتی ہے تو گہرا راستہ بن جاتا ہے اس کے بعد ان لکیروں پر چلنا اس گاڑی کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔''

اعمال، نفسی حالتوں کے مظاہر ہیں (۳۶)

عام لوگ جب کبھی روحانی کیفیت کو بیان کرنا چاہتے ہیں تو وہ اسکے اظہار کیلئے اس عمل ہی کا ذکر کرتے ہیں جس کا تعلق اس نفسی کیفیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ عمل اور نفسی حالت کا تعلق اتنا گہرا ہے کہ ساری نوع انسانی اسے محسوس کرتی ہے۔ چنانچہ دنیا کے ہر خطے میں اور ہر ایک قوم میں نفسی کیفیتوں کو عملوں ہی کے ذریعے سے ظاہر کیا جاتا ہے اور دونوں کو ایک ہی بتایا جاتا ہے۔ اس میں انسانیت کا کوئی طبقہ ایک دوسرے سے اختلاف نہیں رکھتا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ چیز نوع انسانی کا فطری خاصہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسانی خیال ایک کام کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور انسان کی روحانی قوتیں اس خیال کے پیچھے چلنے لگتی ہیں تو وہ خیال خوشی محسوس کرتا ہے اور پھیل جاتا ہے۔ اور اگر روحانی قوتیں رک جائیں اور اس خیال سے مل کر کام نہ کریں تو وہ خیال کمزور ہو جاتا ہے گویا انسان کی روحانی کیفیت کی مدد سے انسان کا عملی ارادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد انسان جب وہ کام کر لیتا ہے تو اس خیال کا منبع (خواہ ملکیت ہو یا بہیمت) زیادہ قوت حاصل کر لیتا ہے اور اس منبع کا مخالف منبع کمزور ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر اس کام کے کرنے سے ملکیت کو قوت پہنچتی ہے تو بہیمت کو نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان کے نفس میں تمنا اور خواہش پیدا ہوتی ہے پھر اس کے اعضاء اسے عمل میں لا کر اس کی تصدیق کر دیتے ہیں یا اسے عمل میں نہ لا کر اسے جھٹلا دیتے ہیں۔

اخلاق، اعمال ہی کا پرتو ہیں (۳۷)

ہم عام بول چال میں انسان کے اخلاق کے ظاہر کرنے کیلئے اسکے چند کاموں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اخلاق کو ان کاموں سے ظاہر کرتے ہیں۔ اس طرح وہ عمل اور کام اس خاص خلق کے پہنچانے اور ظاہر کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص کسی انسان کی نسبت یہ کہنا چاہیے کہ وہ بہادر ہے تو وہ بہادری کو یوں ظاہر کریگا کہ وہ فلاں شخص سختیاں سہہ لیتا ہے، اگر کسی کی سخاوت اور دریادلی ظاہر کرنی ہو تو کہا جائے گا کہ وہ بے بہا روپیہ خرچ کرتا ہے۔

اب اگر کوئی شخص اپنے اندر کوئی ایسا خلق پیدا کرنا چاہے جو پہلے سے اس کے اندر نہیں ہے تو اس کے لئے یہی راستہ ہے کہ وہ ایسے کام کرے جو وہ خلق ظاہر کرتا ہے اور وہ خاص کام توجہ اور کوشش کے ساتھ کرے جو اس خلق کے متعلق ہیں اور ویسے کام کرنے والے بڑے بڑے لوگوں کے کاموں کو یاد کرے۔ پھر علم ہی ایسی چیز ہے جس کے کرنے کے وقت مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ یہی نظر آنے والی باتیں ہیں انہی پر غور ہو سکتا ہے، انہی کی پیروی کی جاسکتی ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جنہیں انسان اپنے اختیار اور ارادے سے کرتا ہے۔ اس لئے یہی ایک چیز ہے جس پر قانون کا نفاذ ہو سکتا ہے خواہ وہ قانون انعام دینے کے متعلق ہو یا سزا دینے کے متعلق ہو۔

تصور سعادت (۳۸)

سعادت (Happiness) انسان کے نفسی قویٰ کے ہم آہنگ تفاعل سے وابستہ ہے تفاعل کی یہ صورت ایک مثالی حالت ہے جو تکمیل کی جانب لے جاسکتی ہے۔ شاہ ولی اللہ محرکات کی اہمیت پر زور دیتے ہیں ان کے خیال میں خارجی کردار کے مثبت یا منفی ہونے کا تعین کردار کے نفسی منابع سے وابستہ ہے۔ زندگی مقصدیت سے معمور ہے۔ یہ مقصدیت سعادت کے حصول کی جدوجہد پر مبنی ہے۔ سعادت ذہن و جسم کی ہم آہنگی سے وابستہ ہے۔ سعادت نہ ہی خالصتاً مادی نوعیت کی ہے اور نہ ہی محض ذہنی نوعیت کی۔ کیونکہ انسان ذہن و جسم کے ایک نامیاتی کل کی حیثیت رکھتے ہیں اسی نفسی وحدت اور ارتباط کے لئے شریعت ایک تدریجی اور مسلسل عمل ہے۔

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ سعادت کا حصول انسان کے لئے سب سے اہم ہے اور وہ تہذیب نفس اور قوت بہیمیہ کو قوت ملکیہ کے تابع بنانے سے حاصل ہوتی ہے۔ شاہ صاحب کے نزدیک سعادت کے اصل اصول چار ہیں جن کے لئے انبیاء کی بعثت ہوئی اور ان کی تفصیل شرائع سماوی ہیں، یہ درحقیقت ادیان و شرائع کے بنیادی شعبوں کے جامع عنوانات اور مقاصد بعثت کی تکمیل کے موثر ذرائع ہیں۔ اولاً: طہارت (جسمانی پاکیزگی جو انسان کو توجہ الی اللہ و تعلق باللہ کیلئے تیار کر دیتی ہے)۔ ثانیاً: اخبات الی اللہ تعالیٰ (انابت و توجہ الی اللہ اور عجز و

تواضع)۔ ثالثاً : سماحت ، مکارم اخلاق و معالی امور۔ رابعاً : عدالت (ایسا نفسانی ملکہ جس کے افعال کیوجہ سے ملک و قوم کا انتظام بسہولت قائم ہو جاتا ہے)۔

اس طرح شاہ صاحب نے انسان کی شخصیت کی تکمیل، تعلق مع اللہ کی تحصیل اور ایک صحت مند اور متعاون معاشرہ کی تشکیل کی بنیادوں پر روشنی ڈالی ہے، جو شریعتِ آسمانی اور بعثت انبیاء کے مقاصد میں سے ہے : شاہ صاحب نے ان خصال اربعہ کے اکتساب کا طریقہ بھی بتایا ہے اور ان کے حجابات کا بھی ذکر کیا ہے مثلاً (۱) حجاب الطبع (بشری و نفسانی تقاضوں کا غلبہ) (۲) حجاب الرسم (خارجی حالات و ماحول کا مضر اثر) (۳) حجاب سوء المعرفۃ (غلط تعلیم و تربیت اور پھیلے ہوئے فاسد عقائد کا اثر) اور پھر ان کے رفع کرنے کے طریقے بھی بتائے ہیں (۳۹)۔

مراجع

۱۔ شاہ ولی اللہ التفہیمات الالھیہ، ص ۱۵۴، بجنور، ۱۳۵۵ھ

۲۔ شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین (اردو ترجمہ سید محمد فاروق القادری) ص ۴۰۴، اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۷۸ء۔

۳۔ حافظ رحیم بخش، حیات ولی، ص ۴۰۳، المکتبہ المسلفیہ، لاہور ۱۹۵۵ء

۴۔ بشیر الدین، واقعات دارالحکومت دہلی، در الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص ۱۷۸، طبع دوم بریلی ۱۹۴۱۔

۵۔ دیکھیے مثلاً حجۃ اللہ البالغہ، جلد اول کا تتمہ۔

۶۔ المقالہ الوضیہ فی النصیحیہ الوصیہ (وصیت نمبر ۶) شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد ۱۹۶۴ء۔

۷۔ شاہ صاحب کی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء خاص اس موضوع پر ہے۔

۸۔ دیکھئے التفہیمات الالھیہ، اور حجۃ اللہ البالغہ (جلد اول، بحث سوم) میں ارتفاقات کی بحثیں۔

۹۔ خلیق احمد نظامی، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ص ۴۲ و ۸۳، بعد، مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱۹۷۸ء۔

۱۰۔ حافظ محمد رحیم بخش، حیات ولی، ص ۵۴۲، ومابعد

۱۱۔ شاہ صاحب کے تفصیلی حالات زندگی کے لئے مندرجہ بالا کے علاوہ دیکھئے۔

(۱) مولانا مناظر احسن گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ در الفرقان، ص ۱۱۳ تا ۲۴۵، اب یہ الگ کتابی صورت میں بھی طبع ہو رہا ہے۔

(۲) ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت جلد پنجم، مجلس نشریات اسلام ۱۹۸۴ء۔

(۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب، بذیل مادہ۔

(۴) رحمان علی، تذکرہ علماء ھند، طبع نول کشور۔

(۵) ابو یحییٰ امام خان، تراجم علماء حدیث ھند، دہلی ۱۳۵۶ھ

(۶) الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر۔

۱۲۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ مولانا عبدالرحیم) ۲ : ۴۱۳، قومی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۸۳۔

۱۳۔ شاہ ولی اللہ، البدور البازغہ، ص ۲۲، مجلس علمی ڈھابیل ۱۳۵۴ھ

۱۴۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۲ : ۴۱۵

۱۵۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ص ۳۳ : ۳۸

۱۶۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ص ۴۴

۱۷۔ الرعد ۱۳ : ۴

۱۸۔ الملک ۶۷ : ۱۰

۱۹۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط و سندہ الضعیف

۲۰۔ البانی، سلسلہ الاحادیث الضعیفہ، المکتب الاسلامی، دمشق۔

۲۱۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء ۱ : ۱۷۸، طبع الخانجی و معجم الکبیر للطبرانی ۱۹ : ۳۴، طبع عراق۔

۲۲۔ الانفال ۸ : ۲۴

۲۳۔ ق ۵۰ : ۳۷

۲۴۔ امام احمد بن حنبل، مسند، ۴ : ۴۰۸، المکتب الاسلامی و سنن ابن ماجہ در مقدمہ۔

۲۵۔ بخاری ب القدر و ابو داؤد کتاب النکاح۔

۲۶۔ حجۃ اللہ البالغہ ۲ : ۴۱۵ ومابعد

۲۷۔ حجۃ ۲ : ۴۱۷ ومابعد

۲۸۔ حجۃ ۲ : ۴۱۹ ومابعد

۲۹۔ حجۃ ۲ : ۴۲۳ ومابعد

۳۰۔ حجۃ ۱ : ۱۸۴ ومابعد

۳۱۔ البدر البازغہ ص ۲۹ حجۃ اللہ البالغہ، ۱ : ۲۱۵ ومابعد

۳۲۔ حجۃ اللہ البالغہ، ۱ : ۲۲۸

۳۳۔ حجۃ ۱:۲۱۶

۳۴۔ حجۃ ۱:۲۲۰

۳۵۔ حجۃ ۱:۲۲۳

۳۶۔ حجۃ ۱:۲۲۷

۳۷۔ حجۃ ۱:۲۲۹

۳۸۔ حجۃ ۱:۳۱۱ومابعد

۳۹۔ مذکورہ بالا کے علاوہ شاہ ولی اللہ کی نفسیاتی فکر کے تفصیلی مطالعہ کے لئے دیکھئے :

(۱) شاہ ولی اللہ، سطعات 'شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد' ۱۹۶۴ء

(۲) شاہ ولی اللہ 'التفہیمات الالٰھیہ۔

(۳) شاہ ولی اللہ، الطاف القدس، مدرسہ نصرۃ العلوم 'گوجرانوالہ' ۱۹۶۴ء

(۴) شاہ ولی اللہ 'سطعات، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد' ۱۹۶۴ء۔

(۵) مولانا عبید اللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور انکا فلسفہ، سندھ ساگر اکادمی 'لاہور ۱۹۷۳ء۔

(۶) پروفیسر محمد سرور 'ارمغان شاہ ولی اللہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

(۷) غلام حسین جیلانی، شاہ ولی اللہ کی تعلیم، شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد ۱۹۶۳ء۔

(۸) شمس الدین محسنی، شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے، سندھ ساگر اکادمی، لاہور ۱۹۶۸ء۔

(۹) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک، شاہ ولی اللہ کی مابعد الطبیعیات (مقالہ پی ایچ ڈی)

(۱۰) علی اکبر منصور، 'مسلم نفسیات' گورا پبلشرز 'لاہور ۱۹۹۵ء

(۱۱) ڈاکٹر اظہر علی رضوی و دیگر، مسلم نفسیات کے خدوخال، اردو سائنس بورڈ، ۱۹۹۷ء۔

(۱۲) A.J. Halepota, Philosophy of Shah Wali Ullah, Sind Sagar Academy, Lahore

(۱۳) Sayyed Athar Abbas Rizvi, Shah Wali Ullah and His Times, Marifat Publishing House, Australia, 1980.

(۱۴) Dr. Syed Azhar Ali Rizvi, Muslim Tradition in Psychotherapy, and Modern Trens. Instt. of Islamic Culture, Lahore, 1989.